بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

*ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

قرآن حکیم کی روشنی میں نظام اخلاق

اسلام دین فطرت ہے ۔ اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ایک روشن ضابطہ حیات ہے ۔ نباض فطرت پروردگار عالم نے ، انسانی جبلت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ، زندگی کے ہر ہر گوشے میں راہنمائی کے زرین اصول عطا کیے ہیں ۔ چنانچہ ایک صالح اور صحت مند معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے لیے قرآن حکیم نے ، افراط و تفریط سے پاک، ایک معتدل و متوازن، اعلی و ارفع اور جامع و کامل اخلاق نظام دیا ہے ۔

اخلاق سے کیا مراد ہے ؟ وہ کون سے فضائل اخلاق ہیں جن کے اپنانے کی قرآن حکیم نے تلقین فرمائی ہے ؟ اور وہ کون سے رذائل اخلاق ہیں، جن سے مجتنب رہنے کی تاکید کی ہے ؟ انسانی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اخلاق کا کردار کیا ہے ؟ وہ کون سے وجوہ و اسباب ہیں جو دور حاضر میں اخلاق اقدار کی پامالی اور عالمی مسائل کے ذمہ دار ہیں ؟ وہ کون سے محرکات اور عوامل ہیں جن پر ایک واقعی اور حقیقی اخلاقی نظام کی بنیادوں کو استوار کیا جا سکتا ہے ؟ اور وہ کون سی تدابیر ہیں جو معاشرہ انسانی کی اصلاح و فلاح اور اخلاقی اقدار کے عملی فروغ میں مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں ؟ یہ ہیں وہ چند گزارشات ! جنھیں اس مختصر مقالے میں پیش کرنا مقصود ہے ۔

اخلاق خلق کی جمع ہے ۔ لفظ خلق کا مفہوم اور خلق سے اس کا فرق و امتیاز بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

"خص الخلق بالهيئات والاشكال والصور المدركة بالبصر و خص الخلق بالقوى والسجايا المدركة بالبصيرة"[1]

(خلق ہیئت و شکل انسانی کے ساتھ خاص ہے اور محاسن خلق کا مشاہدہ نگاہ کرتی ہے ۔ اور خلق کا لفظ عادت اور خصلت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور محاسن خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے)

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

۱۔ الراغب الاصفہانی، المفردات، مصر، بلا تاریخ ، ص ۱۵۷ - ۱۵۸

امام غزالی نے اپنی شاہکار تصنیف، احیاء علوم الدین میں لفظ خلق کی تشریح کرتے ہوئے بڑی عمدہ بات کہی ہے ۔ فرماتے ہیں :

"فالخلق عبارة عن هيئة فی النفس راسخة عنها تصدرالافعال بسهولة و یسر من غير حاجة الى فكر و روية فان كانت الهيئة بحيث تصدر عنها الافعال الجميلة المحمودة عقلا و شرعا سميت تلك الهيئة خلقا حسنا و ان كان الصادر عنها الافعال القبيحة سميت الهيئة التی هی المصدر خلقا سيئا "۔[۲]

(خلق نفس کی اس ہیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلف اور بلا تامل صادر ہوں ۔ اگر یہ افعال عقلاً و شرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ہیئت کو خلق نیک اور اگر برے اور قابل مذمت ہوں تو اس ہیئت کو خلق بد کہتے ہیں)

ڈاکٹر زکی مبارک نے امام غزالی کی دوسری تصنیف میزان العمل سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے :

"و اما حسن الخلق فبان يزيل جميع العادات السيئة التی عرف الشرع تفاصيلها . . . . . . فيتجنبها کی يتجنب المستقزرات ، و ان يتعود العادات الحسنة و يشتاق اليها فيؤثرها و يتنعم بها "۔[۳]

(حسن خلق اس کا نام ہے کہ تمام بری عادتیں ترک کر دی جائیں جن کی تفصیل شرع میں بیان کی گئی ہے اور ان سے ایسا ہی پرہیز کیا جائے جیسا کہ عام نجاستوں سے کیا جاتا ہے ۔ اور ان کے مقابلے میں تمام اچھی عادتوں کو اس طرح اپنا لیا جائے کہ طبیعت ان کی طرف یک گونہ کشش اور شوق محسوس کرنے لگے اور تمام بری عادتوں سے متنفر ہو کر نیک عادتوں کو ترجیح دینے میں خوشی اور تسکین پائے)

گویا امام غزالی کے نزدیک بقول ڈاکٹر زکی مبارک :

"نفس کو شریعت اسلامیہ کے ساختہ و پرداختہ قالب میں ڈھالنا اور انبیاء و صدیقین ، شہداء ، صوفیا اور دوسرے علماء اسلام کے نقش قدم کی طرف نفس کو مائل و راغب کرنے کا نام اخلاق ہے ۔[٤]

علامہ ابن قیم نے اخلاق اور حصول سعادت پر تعلیم قرآن کی روشنی میں جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی لائق مطالعہ ہے، فرماتے ہیں :

۲۔ ابو حامد محمد بن الغزالی : احیاء علوم الدین ، مصر ، ۱۹۳۹ء ، الجزء الثالث ، ص ۵۲

۳۔ الدکتور زکی مبارک : الاخلاق عندالغزالی ، مصر، ص ۱٦۰

۴۔ ایضاً ۔

''دین اسلام ''خلق'' ہی کا دوسرا نام ہے اور تصوف کی حقیقت بھی ''خلق'' کے علاوہ کچھ اور نہیں ۔ پس جو شخص جس قدر اخلاق حسنہ کا مالک ہے اسی قدر دین اور تصوف میں بھی بلند ہے''۔[۵]

علامہ ابن قیم کا یہ قول غالباً اس ارشاد نبوی(ص) کی طرف اشارہ ہے جسے امام غزالی نے احیاء میں نقل کیا ہے :

''جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بین یدیہ فقال ''یا رسول اللہ ما الدین ؟ قال : ''حسن الخلق'' فاتا من قبل یمینہ فقال یا رسول اللہ ما الدین ؟ قال : ''حسن الخلق'' ، ثم اتاہ من قبل شمالہ فقال ما الدین ؟ فقال : ''حسن الخلق''۔[۶]

(ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سامنے سے آیا اور استفسار کیا : یا رسول‌اللہ ! دین کیا ہے ؟ آپ(ص) نے فرمایا : ''حسن خلق''۔ پھر وہ دائیں طرف سے حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ ! دین کیا ہے ؟ آپ(ص) نے فرمایا : ''حسن خلق'' ۔ پھر وہ بائیں طرف سے آیا اور پوچھا : دین کیا ہے ؟ آپ(ص) نے فرمایا : ''حسن خلق'') ۔

حضرت نواس بن سمعان کے استفسار پر کہ نیکی اور گناہ کیا ہے ؟ حضور اکرم(ص) نے فرمایا :

''البر حسن الخلق، والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ‌الناس''۔[۷]
(نیکی حسن خلق کا نام ہے ۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش پیدا کرے اور تو اس امر کو برا سمجھے کہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں)

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی‌اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کو رخصت کرتے وقت آخری وصیت یہ فرمائی :

''یا معاذ ! احسن خلقک للناس'' [۸] (معاذ ! (لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے) اپنے خلق کو اچھا بنا) ۔

۵- مولانا محمد حفظ‌الرحمن سیہاروی : ''اخلاق اور فلسفہ اخلاق'' دہلی، ۱۹۵۰ء، ص ۵۱۰

۶- الغزالی : ''احیاء علوم الدین''، مصر، ۱۹۳۹ء ، الجزء الثالث ، ص ۴۸

۷- الخطیب التبریزی : ''مشکواۃ المصابیح'' ، دمشق ، ۱۹۶۱ء ، الجزء الثانی ، ص ۶۲۹

۸- ایضاً ، ص ۶۳۲

ان تمام توضیحات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ لفظ خلق انتہائی وسعتوں کا حامل ہے۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں خلق ، مقصد حیات سے آگاہ ہو کر زندگی کو طریقے، سلیقے اور قرینے سے بسر کرنے کا نام ہے اور تمام شعبہ ہائے حیات کو محیط ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ(رض) سے جب نبی اکرم(ص) کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو ام المومنین(رض) نے فرمایا : ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقہ القرآن''۔[9]

اس اشارے سے جہاں ایک طرف لفظ خلق کے مفہوم کی وسعتوں اور ہمہ گیری کی نشاندہی ہوتی ہے دوسری طرف یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم(ص) کے اخلاق عالیہ، جملہ تعلیمات قرآنیہ کی حسین تعبیر تھے۔ دوسرے الفاظ میں جملہ احکام قرآنیہ کی بطریق احسن تعمیل حضور اکرم(ص) کی سیرت طیبہ میں سمٹ آئی تھی۔

اسلام میں اخلاق کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کی اخلاقی تربیت یا تزکیہ نفس کو رسول اکرم(ص) کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے :

''کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون''۔[10]

(جس طرح میں نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے)

سورۂ جمعہ میں بھی اسی مضمون کو دہرایا گیا ہے۔[11]

سورۂ آل عمران میں تو نبی اکرم(ص) کی بعثت کو عظیم احسان خداوندی سے تعبیر کیا گیا ہے :

''لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ''۔[12]

(بے شک اللہ تعالی نے اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کیا جو اللہ تعالی کی آیات

۹- احیاء ، جلد دوم، ص ۴۸

۱۰- القرآن الحکیم، البقرۃ : ۱۵۱

۱۱- ایضاً ، الجمعۃ : ۲

۱۲- ایضاً ، آل عمران : ۱۶۴

انھیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے)

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصود یہ بیان فرمایا :

''بعثت لا تمم حسن الاخلاق''۔۱۳

(مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے)

گویا انبیائے کرام کی بعثت کا مقصود اولین یہ ہے کہ وہ لوگوں کا تزکیہ نفوس اور اخلاق تربیت کریں تاکہ ان کا آئینہ قلب شفاف ہو جائے اور اس میں انوار الٰہیہ منعکس ہوں۔ سورۂ شمس میں تزکیہ نفس کو مقصود مومن اور فلاح کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :

''قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا''۔۱۴

حامل خلق عظیم(ص) نے امت مسلمہ کے ذہن و قلب میں اخلاق کی اہمیت کو جاگزین کرنے کے لیے ارشاد فرمایا :

''ان من احبکم الی أحسنکم أخلاقاً''۔۱۵

''ان من خیارکم أحسنکم أخلاقاً''۔۱۶

''ان اثقل شیٔ یوضع فی میزان المومن یوم القیامۃ خلق حسن''۔۱۷

''اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقاً''۱۸

(تم میں سے مجھ کو وہ شخص سب سے پیارا ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ تم میں نیک ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کی ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن خلق ہے۔ مومنین میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں)

مذکورہ بالا ارشادات نبوی(ص) میں اخلاق کو بارگاہ رسالتمآب میں تقرب کا باعث، انسانیت کی کسوٹی، قیامت کے روز میزان عمل میں اخلاق کا سب سے وزنی ہونا حتیٰ کہ اسے ایمان کی اکملیت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

۱۳- مشکاۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، ص ۶۳۲

۱۴- القرآن الحکیم، الشمس : ۹ - ۱۰

۱۵- مشکاۃ المصابیح ، الجزء الثانی، ص ۶۲۹

۱۶- ایضاً۔

۱۷- ایضاً ، ص ۶۳۰

۱۸- ایضاً ، ص ۶۳۲

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک صالح اور صحت مند معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک ان کے افراد صالح نہ ہوں ۔ افراد کی اخلاق تربیت اور کردار سازی معاشرے کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے ۔ قرآن حکیم نے اخلاق تربیت کے لیے فضائل اخلاق کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس مختصر سے مقالے میں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کو رہنما اصول سے منور نہ کیا گیا ہو ۔ قرآن حکیم نے ان تمام محاسن اخلاق کی، نام لے لے کر، تلقین کی ہے جو ایک صالح کردار کی تشکیل میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں مثلاً فضیلت علم، کسب حلال، جد و جہد، صبر، شکر، توکل، اخلاص، صدق، عفو، قناعت، احسان، ایثار، عدل، جرأت، نصیحت، حیاء ، امانت ، امید ، اولوالعزمی ، ثابت قدمی، شرافت ، سعی و کوشش، پابندی وقت، صحت و صفائی، گفتار و رفتار میں نرمی اور تواضع ۔ یہ وہ فضائل اخلاق ہیں جو انسانی کردار کی بطریق احسن تعمیر کرتے ہیں ۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی بےحد ضروری ہے کہ قرآن حکیم نے انفرادی نیکی کو مکتفی قرار نہیں دیا ، بلکہ اجتماعی کردار کی تعمیر پر بھی زور دیا ہے ۔ یہ اجتماعی کردار ہی ہے جو قوموں کے عروج و زوال اور معاشرے کی تعمیر یا فساد کا باعث بنتا ہے ۔ اگر ہم انسانی زندگی پر غور کریں تو وہ ہمیں مختلف دوائر میں منقسم نظر آتی ہے ۔ انسانی شعور کی جب آنکھ کھلتی ہے تو پہلا دائرہ عائلی زندگی کا ہے ۔ قرآن حکیم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک، بیوی سے حسن معاشرت، اولاد کی تربیت نیز رشتہ داروں، ملازموں، پڑوسیوں، مسافروں، یتیموں اور مسکینوں میں سے ہر ایک کا نام لے کر ان سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے ۔ عائلی زندگی کے بعد انسانی زندگی کا دائرہ جب اور وسیع ہوتا ہے تو مجلسی اور معاشرتی زندگی کے مسائل پیش آتے ہیں قرآن حکیم نے آداب ملاقات، آداب مجلس، آداب استیذان، آداب حجاب، آداب گفتگو، کھانے پینے کے آداب، تجارت کے آداب سکھائے ہیں ۔ نیز دوستی ، اتفاق باہمی ، شیرین کلامی ، تواضع ایفائے عہد، مشورہ ، رازداری، تعاون اور اصلاح بین الناس جیسے اخلاق فاضلہ اپنانے کی طرف توجہ مرکوز کی ہے ۔ اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان کے اپنانے سے ہی ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے ۔ انسانی زندگی کا دائرہ اور وسیع ہوتا ہے اب قومی اور ملی تقاضے در پیش ہوتے ہیں ۔ قرآن حکیم نے عدل و انصاف ، شہادت و گواہی ، اتحاد و اتفاق ، امن و سلامتی ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر ، تبلیغ ، جہاد وغیرہ ان تمام امور میں امت مسلمہ کی توجہ فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کی طرف مبذول کی ہے ۔

انسانی زندگی کا دائرہ اور وسیع ہوتا ہے ۔ اب بین الاقوامی زندگی کے تقاضے ملحوظ ہیں ۔ قرآن حکیم کی روشنی میں ہمیں عہد و میثاق کی پابندی، قانون صلح و

جنگ ، بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت ، غیرمسلموں سے سلوک ، مذہبی رواداری ، دوسروں کے معبودان باطل کو بھی گالی نہ دینا ، غیرمسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت ، ان کے جان و مال و آبرو کی حفاظت اور احترام بلکہ پوری انسانیت کا احترام سکھایا گیا ہے -

قرآن حکیم نے جہاں فضائل اخلاق کی تلقین فرمائی ہے وہاں معاشرے کو فتنہ و فساد سے پاک رکھنے کے لیے رذائل اخلاق سے مجتنب رہنے کی تاکید بھی کی ہے - چنانچہ قرآن حکیم نے جھوٹ ، افتراء ، بہتان ، قول بے عمل ، فضول شعرگوئی ، ریاکاری، خوشامد، رشوت، رعونت، تکبر، غصہ، حرص، بخل، اسراف و تبزیر، حسد، بدگوئی، بزدلی، بدکاری ، یاسیت ، فسق و فجور ، گالی گلوچ ، استہزاء ، فحشاء و بغی ، تعصب ، نافرمانی ، طغیان و سرکشی ، غفلت و فرض ناشناسی ، ہوائے نفس کی پیروی جیسے رذائل اخلاق کی واضح طور پر نشاندہی کی ہے جو انسانی فلاح و سعادت کو مذلت و ضلالت کے گہرے غار میں دفن کر دیتے ہیں - المختصر قرآن حکیم نے فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر بین‌الاقوامی زندگی تک اور دنیوی زندگی سے لے کر آخروی زندگی تک کے امور میں امت مسلمہ کو اخلاق عالیہ سے آراستہ کرنے کے لیے کامل اورجامع رہنمائی فرمائی ہے- محمد عطیہ الابراشی نے اپنی تألیف ”عظمۃالاسلام“میں ”الانسان الکامل فی الاسلام“ کے زیر عنوان سورۃ الاسرا کی ”و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ“ سے لے کر ”کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا“ [۱۹] تک آیات کا ذکر کیا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

”تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ :

۱- تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو -

۲- والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو - اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو - نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ ”پروردگار ! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا - تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے - اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر آگاہ ہوکر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں -

۳- رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق -

۴- فضول خرچی نہ کرو - فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے -

---

۱۹- القرآن الحکیم، سورۂ بنی اسرائیل : ۲۳ - ۳۸

۵- اگر ان سے (یعنی حاجت مندوں سے) تمہیں کترانا ہو اس بناء پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انھیں نرم جواب دے دو -
۶- نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو (یعنی نہ بخل سے کام لو) اور نہ ہاتھ کو بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ - تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے - وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے -
۷- اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو- ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی - در حقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے -
۸- زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت ہی برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ -
۹- قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے - پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے - اس کی مدد کی جائے گی -
۱۰- مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو، مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے -
۱۱- عہد کی پابندی کرو، بےشک عہد کے بارے میں تم کو جوابدہی کرنی ہوگی -
۱۲- پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو - یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے -
۱۳- کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں (یعنی وہم و گمان کے بجائے علم کی پیروی کرو) یقیناً آنکھ ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہوتی ہے -
۱۴- زمین میں اکڑ کر نہ چلو - تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو -

ان احکام میں ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے-

قرآن حکیم نے مذکورہ بالا چودہ نکات کو حکمت کی باتیں قرار دیا ہے :

یہ وہ (Practical wisdom) حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں -[20]

الابراشی نے ان آیات کریمہ کی توضیح کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :[21]

"فاذا تحققت ھذہ الصفات فی انسان کان کاملاً - ذا شخصیة کاملة"

۲۰- ایضاً ، بنی اسرائیل : ۳۹

۲۱- محمد عطیہ الابراشی، "عظمة الاسلام"، قاہرہ ، ۱۹۶۷ء ، جلد اول، ص ۱۳

(پس جب یہ صفات کسی انسان میں پائی جائیں گی تو وہ انسان ایک کامل انسان بن جائے گا، ایک ایسی شخصیت جو ہر لحاظ سے مکمل ہے)

قرآن حکیم کے بیان کردہ اخلاق کی تعلیم صرف نظری نہ تھی ۔ محسن انسانیت، صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اخلاق فاضلہ پر بطریق احسن عمل کرکے دکھایا ۔ جو پوری نوع انسانی کے لیے ایک دائمی نمونہ عمل ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جامع صفات و کمالات ہے ۔ آپ سید الانبیاء ہیں، مصلح اعظم ہیں، امن عالم کے سب سے بڑے داعی اور پیامبر ہیں، مثالی مدبر و منتظم و رہنما ہیں، بہترین شارع و مقنن ہیں، بے نظیر منصف و قاضی ہیں، مثالی جرنیل اور اعلی درجہ کے سپہ سالار ہیں، نفاست و نظافت اور پاکیزگی و شائستگی کا عملی سبق دینے والے ہیں ۔ معاشی و اقتصادی، معاشرتی و تمدنی، سیاسی و قانونی، تعلیمی و تربیتی، تجارتی و صنعتی غرضیکہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنمائی اور زریں اصول عطا فرمانے والے ہیں، لیکن آپ کی ذات عالی کا جو جوہر سب سے نمایاں اور درخشاں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ حامل خلق عظیم اور متمم اخلاق ہیں ۔ یہ جوہر آپ کی تعلیمات میں اس قدر روشن اور تابناک نظر آتا ہے کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔

صلحنامہ حدیبیہ کے موقع پر "محمد رسول اللہ" کے بجائے "محمد بن عبداللہ" ۲۲ کے لکھے جانے پر راضی ہو جانا، امیر حمزہ کے قاتل وحشی کو معاف کر دینا ۔۲۳ سفاکی کی بد ترین مثال پیش کرنے والی ھندہ کو عفو و درگزر سے نوازنا ۔ اپنے جانی دشمن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو نادم، سر جھکائے، بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر کمال شفقت سے پیش آنا ۲۴، مشرکین کی سنگباری سے زخمی ہونے پر بد دعا کے بجائے "خدایا میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتے نہیں" ۲۵ کے الفاظ سے ان کے حق میں دعا کرنا، جنگ میں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے نیک سلوک کی تلقین کرنا، سایہ دار اور پھل دار درختوں کے ضائع کرنے سے روکنا، بیوگان، یتامی اور مساکین کا خیال رکھنا، مزدوروں کی مزدوری ان کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی تاکید فرمانا، غلاموں کو بند غلامی سے آزاد کرانے کی رغبت دلانا، "الخلق عیال اللہ" ۲۶ کہہ کر پوری مخلوق خدا کے ساتھ، بلا تفریق مذہب و ملت،

۲۲- ابن ھشام، "السیرۃ النبویۃ"، مصر، ۱۹۳۶ء، الجزء الثالث، ص ۳۳۲

۲۳- ایضاً، ص ۶۷

۲۴- ایضاً، الجزءالرابع، ص ۶۰-۶۱

۲۵- شاہ معین الدین ندوی، "تاریخ اسلام"، اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء، حصہ اول، ص ۳۶

۲۶- پوری حدیث اس طرح ہے: "الخلق عیال اللہ، فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ"۔ (مشکواۃ المصابیح، دمشق، جلد ۲، ص ۶۱۳)

نیکی اور بھلائی سے پیش آنے کی تاکید کرنا ، یہ رحمۃ للعالمین ، رؤف و رحیم اور خلق مجسم ہونے کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے -

یہ امر کتنا تعجب خیز ہے کہ بے مونس و غم خوار، اذیت رسیدہ و زخم خوردہ شخص جب فضل باری سے اس قدر نوازا جاتا ہے کہ سلطنت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تک جا پہنچتا ہے - مدنی زندگی کے دس برس غزوات کے تسلسل میں گزر جاتے ہیں ، حق و باطل کے فیصلہ کن معرکے پیش آتے ہیں ، لیکن وہ انتقام نہیں لیتا - اور ان متعدد غزوات میں صرف چند ہزار افراد ہلاک ہوتے ہیں اور ایک عظیم انقلاب صفحۂ ہستی پر رونما ہوتا ہے - اس کے مقابلے میں ذرا روس اور فرانس کے انقلاب کی ہلاکت خیزیاں اور نتائجُ سامنے رکھیں - آدیان عالم اور اقوام عالم کے حالات کا مطالعہ کریں - بائبل ہی کو لیجیے - اس میں مذکور ہے :

''بنی اسرائیل نے (دشمن کے) سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا''۔۲۷

حضرت موسی(ع) کی طرف منسوب یہ حکم بائبل میں واضح طور پر موجود ہے :

''موسی ان فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سینکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے، جھلایا اور ان سے کہنے لگا : . . . . . . ''ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو، اور جتنی عورتیں، مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو''۔۲۸

لیکن خلق مجسم(ص) کی فتح مکہ کے منظر پر ایک نظر ڈالیے - حضور ایک قابل جرنیل کی تمام خصوصیات و محاسن سے متصف و آراستہ نظر آتے ہیں - چاروں اطراف سے لشکر کو مکہ میں داخل کرنا جنگی بصیرت پر دال ہے - دشمن کی بےچارگی کے باوجود ان کا قتل عام کرنے کے بجائے ، خون کے پیاسوں کو ''لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقا'' کا پیغام رحمت سنانا ، رحمۃ للعالمین کا کمال ہی ہو سکتا ہے -۲۹

حامل خلق عظیم کی ایک بہت بڑی خصوصیت جو ہمیں دنیا کے کسی قائد میں نظر نہیں آتی یہ بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت ،

۲۷- ''کتاب مقدس''، گنتی، باب ۳۱ : ۹ - ۱۰

۲۸- ایضاً ، گنتی، باب ۳۱ : ۱۴ - ۱۷

۲۹- محمود شیت الخطاب، ''الرسول القائد'' ، بغداد، ۱۹۶۰ء، ص ۲۳۰ تا ۲۳۳

خون کا سیلاب لانے کی بجائے ، تشکر و امتنان کے جذبات کے وفور سے آپ کی مبارک آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امڈ آتا ہے - آپ کا سر بارگاہ صمدیت میں جھک جاتا ہے -۳۰ فتوحات اور کامیابیوں کے دائرے کی وسعت کے ساتھ ساتھ آپ نشہ اقتدار سے نہیں بلکہ زہد و طاعت اور حب الٰہی کی مے سے سرشار نظر آتے ہیں - کیف و مستی اور جذب و شوق کا یہ عالم ہے کہ حضور حق میں طول قیام سے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں - قرآن حکیم میں مذکور اخلاق اور صاحبقرآن(ص) کے ان اخلاق فاضلہ پر بطریق احسن عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں - آپ کی تشریف آوری سے قبل کوئی قوم تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس قدر پست نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے ، کوئی قوم اس قدر غیرمنظم نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے ، کوئی قوم جہالت اور بربریت کا اس قدر شکار نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے - لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چند برسوں کے بعد ہی کوئی قوم تہذیب و شائستگی کی اس قدر حامل نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے، کوئی قوم اس قدر منظم نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے، کوئی قوم اس قدر حق پرست اور راست باز نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے- المختصر پوری دنیا میں کوئی خطہ زمین اس قدر روشن، اس قدر توحید آشنا ، اس قدر منظم ، مساوات انسانی اور اخوت کا اس قدر عملی مظہر اور عدل و انصاف کا اس قدر علمبردار نظر نہیں آتا جس قدر کہ عرب تھے - یہ حامل خلق عظیم ہی کی شخصیت تھی اور قرآن حکیم کے فضائل اخلاق کا فیض تھا جو اس عظیم اور تاریخی انقلاب کا باعث بنا - حضور(ص) کی مساعی جمیلہ کو خوش بختی اور کامیابی کا تاج پہنایا گیا کہ غیر مسلم بھی اس امر کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے -

> "Of all the great religious personalities of the world, Mohammad was the most successful."[31]

لیکن ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ جب تمام ادیان میں بنیادی طور پر تعلیمات اخلاق موجود ہیں تو اس میں قرآن اور صاحبقرآن(ص) کا کمال کیا ہے ؟ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ وہی اور صرف وہی ہدایت ربانی کا امین ہے - بلکہ قرآن حکیم تو مصدقا لما معکم[32] کے ارشاد باری کے مطابق پہلی اقوام کو ہدایت ربانی پہنچنے کی تصدیق و تائید کرتا ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "بعثت لا تمم حسن الاخلاق"[33] جہاں حضور

۳۰- ابن ہشام، "السیرۃ النبویہ"، مصر، ۱۹۳۶ء، الجزءالرابع ، ص ۴۷ - ۴۸

۳۲- "القرآن الحکیم"، سورۃ النساء : ۴۷

۳۳- الخطیب التبریزی ، "مشکواۃ المصابیح"، دمشق ، ۱۹۶۱ء ، جلد دوم ، ص ۶۳۲

کی بعثت کا مقصد حسن اخلاق کی تکمیل اور فروغ کو قرار دیتا ہے وہاں اس امر کی طرف بھی واضح اشارہ ہے کہ حضور کی تشریف آوری سے قبل ادیان میں اخلاق کا تصور اور اس کی تلقین کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی ہے - *نبی اکرم(ص)* کی نمایاں خصوصیت ہے کہ آپ متمم اخلاق ہیں یعنی اخلاق عالیہ کو درجہ تکمیل تک پہنچانے والے ہیں - ورنہ دوسرے ادیان میں بھی تعلیمات اخلاق ملتی ہیں - مثلاً ہندو دھرم میں سچ بولنا ، بڑوں کا ادب کرنا ، پن دان کرنا اور اسی قسم کے اخلاق کی تعلیم موجود ہے - منو سمرتی میں آداب گفتگو کے ضمن میں لکھا ہے : ''بات سچی اور میٹھی کہے اور اگر سچی ہو، اور میٹھی نہ ہو تو نہ کہے اور اگر میٹھی ہو اور سچی نہ ہو تو بھی نہ کہے - یہ روزمرہ کا دھرم ہے'' ۳۴ اسی طرح منو سمرتی میں ہے '' کانے کو کانا کہہ کر نہ پکارے'' ۳۵ آداب و اخلاق کی اس طرح کی تلقین ہمیں جین دھرم، بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت میں بھی ملتی ہے - اور یہ قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تائید ہے کہ ''ان من امة الا خلا فیھا نذیر''۔۳۶ لیکن ان ادیان میں ہدایت ربانی افراط و تفریط کا شکار ہو گئی - جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اسلام نے اخلاق کا آغاز نہیں بلکہ اخلاق میں افراط و تفریط سے ہٹ کر جادۂ اعتدال اختیار کرکے اخلاق عالیہ کی تکمیل کی ہے - مثلاً ہندو دھرم میں چار ورنوں کا تصور ہے اور برہمن کو دوسری ذاتوں پر ترجیح حاصل ہے - منو سمرتی میں ہے : سزائے قتل قتل کے مقام میں برہمن کو مونڈ منڈانا یہی سزا ہے اور دیگر قوم کو قتل کی سزا دینا ہی چاہیے - اگر برہمن یعنی عالم شخص بہت گناہوں کا مجرم ہے تو بھی اس کو نہ کرے بلکہ سزائے جسمانی نہ دے کر اپنے راج سے نکالے - دنیا میں ودوان یعنی برہمن کے قتل سے زیادہ کوئی گناہ نہیں - کیونکہ اس سے سلسلہ تعلیم کو نقصان پہنچتا ہے - اس لیے راجہ برہمن کو قتل کرنے کا خیال من میں بھی نہ لائے''۔۳۷

ہندو دھرم کے اس مشہور ضابطہ اخلاق کا ملاحظہ آپ نے فرمایا کہ برہمنوں کو باقی ذاتوں کے مقابلے میں سزائے قتل سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے - اس کے مقابلے میں اسلام نے اخوت و مساوات کا ایک ایسا مثالی تصور دیا ہے کہ سزا کے معاملے میں ایک عام انسان سے لے کر سلطان وقت تک کسی فرق و امتیاز کو روا نہیں رکھتا - علامہ اقبال نے اسلام کی اس خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لیے سلطان مراد شاہ خجند کا واقعہ بیان کیا ہے - کہ سلطان مسجد کی تعمیر پسند نہ آنے پر معمار کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے - معمار قاضی کے پاس فریاد لے جاتا ہے - قاضی اسی سلطان

۳۴- ''منو سمرتی'' ، مطبوعہ لاہور، (ادھیائے ۴، نمبر ۱۳۷)

۳۵- ایضاً ، ادھیائے ۴ : ۱۴۰ نیز دیکھیے ادھیائے ۸ : ۲۷۴

۳۶- ''القرآن الحکیم'' ، سورۃ فاطر : ۲۴

۳۷- منوسمرتی ، ادھیائے ۸ : ۳۷۹ تا ۳۸۱

کا ملازم ہونے کے باوجود سلطان کو عدالت میں طلب کرتا ہے ۔ سلطان حاضر ہو کر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے لیکن بقول حکیم الامت

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات   زندگی گیرد ازین قانون ثبات
عبد مسلم کم تر از احرار نیست   خون شہ رنگین تر از معمار نیست[۳۸]

ہاتھ کے بدلے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ صادر ہوتا ہے ۔ لیکن مستغیث سلطان کا قصور معاف کر دیتا ہے ۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں :

یافت مورے بر سلیمانے ظفر   سطوت آئین پیغمبر نگر
پیش قرآن بندہ و مولا یکے است   بوریا و مسند دیبا یکے است[۳۹]

اب ذرا جین دھرم کی تعلیمات اخلاق کا جائزہ لیجیے یہ ''اہنسا پرمو دھرم'' پر یقین کامل رکھتے ہیں ۔ یعنی ان کے ہاں سب سے اونچا دھرم کسی جان دار کو اذیت نہ دینا ہے ۔ مہاویر سوامی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اہنسا کے اہم اصول کو بیان کرتے ہوئے مقدس جینی ادب کے حوالے سے ، لندن یونیورسٹی کے تقابل ادیان کے پروفیسر ڈاکٹر پرندر لکھتے ہیں :

"When once he sat without moving his body, the dogs cut his flesh, tore his hair, covered him with dust. Throwing him up they let him fall, or disturbed him in his religious postures; abandoning the care of his body, the Venerable One, humbled himself."[۴۰]

جین دھرم میں اہنسا کے اصول کے پیش نظر وہ لوگ جو کسی نہ کسی طریق سے کسی جان کے قتل کرنے کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں مثلاً قصاب ، ماہی گیر ، فوجی اور شکاری انھیں نورانیت سے محروم قرار دیا گیا ہے ۔ مقدس جینی ادب میں ہے :

"Butchers, fishermen, warriors, and hunters are completely dark and with out light."[۴۱]

بدھ دھرم کی تعلیمات اخلاق میں عفو و درگزر کا سبق دیا گیا ہے ۔ ''دھمپد'' میں عفو و درگزر کا سبق ان الفاظ میں دیا گیا ہے :

"He abused me, he struck me, he overcame me, he robbed me
In those who harbour such thoughts hatred will never cease."[۴۲]

۳۸- علامہ اقبال : ''اسرار و رموز'' ، لاہور، ۱۹۵۹ء ، ص ۱۲۴
۳۹- ایضاً ، ص ۱۲۵
۴۰- ڈاکٹر ای جی، پرندر : What World Religions Teach، لندن ، ۱۹۶۸ء ، ص ۳۹
۴۱- ایضاً ،
۴۲- ایضاً ، ص ۵۹

عیسائیت میں تعلیمات اخلاق کا انداز، ناقابل عمل حد تک، نرمی پر مبنی ہے - انجیل متی میں ہے :

''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا - بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا ''۔[۴۳]

عفو و درگزر کی ان تعلیمات اخلاق کے مقابلے میں قرآن حکیم نے جہاں عفو و درگزر کا مثالی سبق دیا ہے تو دوسری طرف اپنے تحفظ اور دفاع کی تلقین اور قصاص لینے کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے -

ادیان عالم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے پر یہ امر مخفی نہیں کہ انسان کے عقائد و تصورات کا اثر اس کے اعمال و افعال پر بڑا گہرا ہوتا ہے - چنانچہ مذکورہ بالا ادیان کی غیر فطری اور غیر متوازن تعلیم کا اثر انہیں ترک دنیا (بیراگ) اور رہبانیت کی طرف لے گیا - قرآن حکیم نے منفی اخلاق کی تعلیم نہیں دی جو انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو معطل کر دے - بلکہ قرآن حکیم وہ فضائل اخلاق سکھاتا ہے جو ایک فعال، سرگرم اور بھرپور زندگی گزارنے کا تقاضا کرتے ہیں - قرآن حکیم دین فطرت کا عکاس ہے - لہذا اس کا بتایا ہوا ضابطہ اخلاق بھی فطرت کے عین مطابق ہے - چنانچہ جب ایک مسلم مفکر[۴۴] سے یہ پوچھا گیا کہ اہل مغرب تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کیسے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا - سائل نے استفسار کیا کہ مسلمان ترقی کی دوڑ میں پیچھے کیوں رہ گئے ؟ تو جواب دیا کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا - سائل نے کہا کہ ایک ہی عمل سے دو مختلف اور متضاد نتائج کیسے پیدا ہوئے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا دین غیرفطری تھا لہذا جب انہوں نے اپنے دین کو ترک کیا تو وہ فطرت کے قریب ہو گئے - مسلمانوں کا دین فطری ہے، جب انہوں نے دین کو چھوڑا تو وہ فطرت سے دور ہو گئے -

قرآن حکیم نے فضائل اخلاق کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان وجوہ و اسباب کو بھی بیان کیا ہے جو انسان کو اخلاقی بےراہ روی کی طرف مائل کر دیتے ہیں - صرف

۴۳- ''کتاب مقدس''، عہد نامہ جدید، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، ۱۹۵۹ء، ص ۸ (انجیل متی، باب ۵ : ۳۸ - ۴۱)

۴۴- مولانا جمال الدین افغانی کی طرف اشارہ ہے -

ایک آیت کریمہ میں وجوہ و اسباب کو کمال بلاغت سے پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

"زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث۔ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ واللہ عندہ حسن الماب"۔[۴۵]

ان مرغوبات انسانی میں سر فہرست عورت ہے۔ حب زن، حب زر، حب جاہ و اقتدار اور حب زمین ہی وہ بنیادی اسباب ہیں جو اخلاق اقدار کی پامالی کا باعث بنتے ہیں۔ اب ایک گروہ تو وہ ہے جو بے لگام خواہشات کی پیروی میں کھل کھیلتا ہے۔ اسے کسی ضابطہ اخلاق کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دوسرا گروہ ان خواہشات کی اندھی پیروی کو انسانیت کے لیے تباہی و بربادی خیال کرتا ہے، لیکن اس کا علاج یہ تجویز کرتا ہے کہ خواہشات کو سرے سے کچل ہی دیا جائے۔ بدھ دھرم کی تعلیمات بھی ہیں کہ "تنہا" یا خواہش ہی جملہ انسانی مصائب کی ذمہ دار ہے۔[۴۶] لہذا ہوائے نفس (Fire of Lust) کے شعلے کو بجھا دیا جائے تو نروان اور سکون حاصل ہو سکتا ہے۔[۴۷] اسی طرح دوسرے ادیان نے ان خواہشات سے بچنے کے لیے بیراگ یا ترک دنیا کا طریق تجویز کیا ہے لیکن افراط و تفریط سے ہٹ کر قرآن حکیم نے جہاں "ذلک متاع الحیوۃ الدنیا" کہہ کر ان اشیاء سے جائز طور پر بہرہ اندوز ہونے کی اجازت دی ہے۔ وہاں واللہ عندہ حسن الماب کے آخری حصے میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ لذات دنیوی فنا ہونے والی ہیں۔ اس لیے ایک مؤمن کا نصب العین لذتیت سے بالاتر ہو کر "رضوان من اللہ" کا حصول ہونا چاہیے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اپنے منفرد اسلوب میں، اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قوت بہیمیہ کو کچلنے کے بجائے مغلوب کرکے قوت ملکیہ کو غالب کیا جائے۔[۴۸]

المختصر قرآن حکیم نے اخلاقی بے راہ روی کا منفی نہیں بلکہ مثبت اور قابل عمل علاج تجویز کیا ہے تاکہ مادی و جبلی اور روحانی و اخلاقی دونوں تقاضے پورے ہو سکیں۔ اور یہ علاج صرف فکری و نظری نہیں بلکہ عملی ہے۔ اسلام نے اخلاق

۴۵۔ "القرآن الحکیم"، سورہ آل عمران : ۱۴

۴۶۔ ڈاکٹر پرندر، "What World Religions Teach"، لنڈن، ۱۹۶۸ء، ص ۴۸

۴۷۔ ای آر ہائک "Encyclopaedia of Religion and Religions"، نیویارک، ۱۹۵۹ء، ص ۲۷۷

۴۸۔ حجۃ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ : "برہان الٰہی"، از محمد اسمعیل گود ہروی، لاہور، حصہ اول، ص ۷۹ - ۸۰

تربیت کا دوامی اور مستقل انتظام ارکان اسلام کی صورت میں کیا ہے۔ شہادت، توحید و رسالت، معبود حقیقی اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی وابستگی اور عزم و اخلاص کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ صوم و صلوۃ سے تقوی کا حصول اور اخلاقی تربیت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ زکوۃ حب زر میں اعتدال و توازن پیدا کرتی ہے۔ اور نفس سے بخل و حرص کے مفاسد کی اصلاح کرتی ہے۔ اور حج ملی سطح پر رنگ و نسل کے اور لسانی اور جغرافیائی تعصبات کو دور کر کے ملت اسلامیہ میں اخوت و مساوات کی حقیقی روح پھونکتا ہے۔ جن اقوام نے فطری طریق کو ترک کر کے غیر فطری طریق اختیار کیا ہے ان کے ہاں دیگر اخلاقی قدروں کی پامالی کے ساتھ ساتھ جنسی بےراہ روی عام ہو گئی ہے۔ بعض مذاہب سے وابستہ لوگوں نے بےراہ روی کو مذہبی یا قانونی تحفظ دیا ہے۔ اور جو کسی ضابطے کے پابند نہیں وہ تو کھل کھیلے ہیں۔ تہذیب حاضر کی چمک دمک، مادیت کی دوڑ اور فکری الحاد نے لوگوں کو اخلاقی قدروں سے بیگانہ کر دیا ہے۔ خاص طور پر یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد عورت، گھر کا محفوظ ماحول چھوڑ کر، گھریلو امور میں دلچسپیاں لینے سے عاری ہو گئی ہے۔ اس سے تقدس، حیا اور وفا کی اخلاقی صفات چھن گئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مغرب میں عائلی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ جدید انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں ہے:

> "The old family pattern was inexorably disrupted by the rise of the Industrial State. Children were no longer kept at home . . . ."[۴۹]

عورت کی اخلاقی زبوں حالی کا رونا ان الفاظ میں رویا گیا ہے:

> "With her enhanced economic power and her greater association with people outside the home, she became less a chattel."[۵۰]

یورپ میں نسوانی آزادی کا غلط تصور یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ فرانس کی جارج سان لکھتی ہیں:

> "میرا یہ مستقل اعتقاد ہے کہ شادی ایک نہایت قابل نفرین دستور ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب نسل انسانی انصاف اور معقولیت کی جانب اور ترقی کرے گی تو شادی کی رسم ختم ہو جائے گی"۔[۵۱]

نسوانی آزادی کے اس غلط تصور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہی حکیم الامت نے فرمایا تھا:

۴۹۔ "جدید انسائیکلوپیڈیا برٹینکا"، مطبوعہ امریکہ، ۱۹۷۴ء، جلد ۱۶، ص ۶۰۰

۵۰۔ ایضاً۔

۵۱۔ سید محمد جمیل واسطی، "اسلامی روایات کا تحفظ"، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۴۸

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

حکیم الامت نے ملت اسلامیہ کی توجہ ''مادران را اسوہ کامل بتول'' [۵۲] کی طرف مبذول کی ہے۔ یورپی تہذیب نے نسوانی آزادی کے ساتھ اور پریشان کن مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔ چنانچہ ذہنی بےچینی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لوگ زندگی سے فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھنے لگے ہیں۔ خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ ہپی اِزم کو فروغ ہوا ہے۔ لوگ غم غلط کرنے اور ذہنی و قلبی اضطراب کو تحلیل کرنے کے لیے شراب کا سہارا لیتے ہیں۔ شراب کے استعمال کو روز افزوں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یورپ کے ذہنی کرب اور وہاں شراب کے استعمال کا اندازہ، انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے جدید ایڈیشن میں دی گئی معلومات سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ ۱۹۷۰ء میں دنیا بھر میں ۷ ارب ۶۵ کروڑ گیلن شراب تیار کی گئی۔ جس کا ۷۰ فی صد حصہ صرف یورپ میں تیار ہوا۔[۵۳] اس میں اٹلی اور فرانس پیش پیش ہیں۔ اٹلی میں ایک ارب ۱۷ کروڑ گیلن اور فرانس میں ایک ارب ۶۱ کروڑ گیلن شراب تیار ہوئی۔ (الحمد اللہ کہ مصنف نے شراب کی تیاری کا جو عالمی نقشہ دیا ہے اس میں پاکستان کا نام شریک نہیں)۔ یورپ میں ذہنی کرب اور بےچینی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ اب لوگ ذہنی کرب کی تسکین کے لیے چرس کا سہارا لینے لگے ہیں۔ آپ روزانہ اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ یورپی نوجوان عورتیں اور مرد چرس چراتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں۔

صنعتی انقلاب کے بعد مادیت کی یلغار اور مادی رجحانات کے فروغ نے یورپ کے درد مند طبقے کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ میں اخلاق اصلاح کی تحریکوں نے جنم لیا۔ ۱۵ مئی ۱۸۷۶ء کو نیویارک میں First Ethical Society کا افتتاح ہوا۔[۵۴] اسی کی دیکھا دیکھی First English Ethical Society ۱۸۸۶ء میں معرض وجود میں آئی[۵۵] اور اب ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے مقاصد میں عورتوں کی بہبود، عائلی زندگی کی صحت، عالمی امن کا قیام اور تعلیم میں مقصدیت پیدا کرنا ہے۔ ان کے قیام کا سب سے بڑا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

۵۲- علامہ اقبال، ''اسرار و رموز''، لاہور، ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۸

۵۳- ''جدید انسائیکلوپیڈیا برٹینکا''، ۱۹۷۴ء، جلد ۱۹، ص ۸۷۶

۵۴- ''انسائیکلوپیڈیا برٹینکا''، ۱۹۵۰ء، جلد ۸، ص ۷۵۷

۵۵- ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ریلیجنز''، نیویارک، ۱۹۵۹ء، ص ۱۳۶

۵۶- ''انسائیکلوپیڈیا برٹینکا''، ۱۹۵۰ء، جلد ۸، ص ۷۵۷

"To assert the supreme importance of the ethical factor in all relations of life—personal, social, national and international, apart from any theological or metaphysical consideration."[۵۶]

اس تنظیم نے اپنا ماٹو یہ بیان کیا ہے : "Deed, not Creed."[۵۷]

اسی اصول کی مزید وضاحت ان کے منشور میں یہ کی گئی ہے :

"For each individual, after due consideration of the convictions of others, the final authority as to the right or wrong of any opinion or action should be his own reasoned judgment."

"The moral life involves neither acceptance nor rejection of belief in any Diety-personal or inpersonal, or in a life after death."[۵۸]

ظاہر ہے کہ اخلاق کا وہ تصور جو خوف خدا سے خالی اور حکمت خداوندی سے عاری ہو، کس طرح نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے اخلاق کا جو تصور دیا ہے وہ خالصتاً خوف خدا پر مبنی ہے۔ ارکان اسلام میں سب سے بڑی تربیت یہی دی جاتی ہے کہ خلوتوں اور تنہائیوں میں جہاں کسی کا گزر نہ ہو محض خوف خداوندی سے سرشار ہو کر انسان حضور حق میں جھکا ہو۔ روزے کی حالت میں ہر قسم کی مرغوب نعمتیں سامنے موجود ہیں، اشتہا کمال پر ہے لیکن کیا مجال جو مومن کے ارادے میں ذرا بھی فرق آئے۔ حضور اکرم(ص) نے اخلاق تربیت کے لیے فرمایا :

"رأس الحکمة مخافة اللہ" (سب سے بڑی دانائی خدا خوفی ہے)

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بےحد ضروری ہے۔ یہ غلط فہمی مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی پھیل گئی ہے کہ اخلاق کا تعلق نہ تو سیاست سے ہے نہ معیشت سے اور نہ معاشرت سے۔ میں نے اس امر کا اظہار کسی مفروضے پر نہیں کیا بلکہ گزشتہ دنوں نیویارک سے طبع ہو کر آنے والی ایک کتاب کا عنوان ہی یہی ہے : "Politics has no morals"، جس میں مغربی سیاست کے اخلاق سے بیگانہ ہونے کا رونا رویا گیا ہے۔ اس کے باب سوم کا عنوان ہے :

"To hell with the Country ; let us win the elections."

باب ہشتم کا عنوان ہے : "Morals on the shelf."

کتاب کا مصنف Normal Beasely نے بیان کیا ہے کہ اس کی حکومت لوگوں کو بھوک اور فاقہ مستی سے بچانے کے لیے لئے ٹیکس لگانے کا جواز پیش کرتی ہے۔

۵۷- "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس"، ۱۹۳۷ء، جلد ۵، ص ۴۱۲

۵۸- ایضاً، ص ۴۱۳

عوام بخوشی یہ بوجھ قبول کر لیتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ :

"The tax laws were revised so the Administration could get more money to keep people from starving. Billions of dollars were collected, and spent, for other purposes."[۵۹]

مصنف نے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی فریاد ان الفاظ میں بیان کی ہے :

"You and I will lose what remains of our individual freedom unless, as a people, we are stronger, *morally and spiritually*."[۶۰]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک متمدن ملک کے دانشور ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں قرآن حکیم نے چودہ سو برس قبل ہماری رہنمائی فرمائی تھی۔ اور یہ بتایا تھا کہ اخلاق کا تعلق معیشت سے بھی ہے :

"لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون"۔[۶۱]

اخلاق کا تعلق سیاست سے بھی ہے :

"من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون"۔[۶۲]

اسی طرح اخلاق کا تعلق قانون سے بھی ہے۔[۶۳] اخلاق کا تعلق تعلیم و تربیت سے بھی ہے اور عائلی و منزلی نظام اور تمدن کا تو سنگ بنیاد ہی اخلاق ہے۔

۵۹۔ نارمن ہیزلے، "Politics has no morals"، نیویارک، ۱۹۴۹ء، ص ۸۳

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۰

۶۱۔ "القرآن الحکیم"، سورہ آل عمران : ۹۲

۶۲۔ ایضاً، سورہ المائدہ : ۴۴ - ۴۷

۶۳۔ ایضاً، سورہ الطلاق : ۱